سُورَۃُ الْاَعْلیٰ

عربی متن — بامحاورۃ اُردو ترجمہ و تفسیر

اِفادات

الحافِظ علامہ نُورالدین

مدیر

عَبدالمنان عُمر – امتہ الرحمٰن عُمر

سُوۡرَۃُ الۡاَعۡلٰی - ﴿۸۷﴾ - مَکِّیَّۃٌ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کا نام لے کر جو بے حد رحمت والا، بار بار رحم کرنے والا ہے

(میں سورۃ الْاَعْلٰی پڑھنا شروع کرتا ہوں)

خلاصہ مضمون: اس سورۃ میں بتایا ہے کہ تعلق باللہ کے نتیجے میں کس طرح انسان اللہ تعالیٰ کی سبوحیت، ربوبیت اور علو شان کا مظہر بن جاتا ہے اور انسان کامل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ان اوصاف کا ظہور آپ کی صداقت کی دلیل ہے۔ پھر بتایا ہے کہ آپ کی مخالفت ہی میں آپ کی ترقی کے اسباب پیدا ہو جائیں گے۔ پچھلی سورۃ میں قرآن مجید کو ایک کامل شریعت قرار دیا تھا۔ اس سورۃ میں اس سوال کا جواب دیا ہے کہ ایسا اعلیٰ درجے کا رسول اور قرآن مجید ایسی کامل کتاب آغاز انسانیت ہی میں کیوں نہ نازل کر دی گئی اور صحف سابقہ میں آپ کی بعثت کے متعلق پیشگوئیوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ احادیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ اور اس کے بعد کی سورۃ الۡغَاشِیَۃِ جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں پڑھا کرتے تھے۔

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ﴿١﴾

ا۔اپنے بزرگ و برتر رب کے نام کا بے عیب ہونا بیان کرو۔

۱:۸۷۔سَبِّحِ: اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی تین صفات کا ذکر ہے۔ سبوحیت، ربوبیت اور علو شان۔ ان کے تحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے تین پیشگوئیاں تھیں جو بڑی صفائی سے پوری ہوئیں۔ آپ جنون اور افتراء وغیرہ عیوب سے پاک تسلیم کیے گئے۔ آپ کی ربوبیت ملکی زندگی کی معمولی حالت سے تدریجاًیوماً فیوماً بڑھتی گئی اور اعلیٰ ترین مراتب پر یہاں تک پہنچادی گئی کہ وَ رَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا (النصر ،۲:۱۱۰)اوروَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ (المائدۃ،۳:۵) کی آواز آپ نے سن لی۔ آیت میں بظاہر روئے سخن پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف ہے مگر مفہوم کے اعتبار سے ہر صادق اور راست باز کے لیے عام مخاطبت ہے۔ حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ اس آیت کو جب پڑھتے تھے تو اس کے بعد کہتے تھے سُبْحَانَ رَبِّیَ الأَعْلٰی۔ آنحضرت ﷺ نے سجدے میں مندرجہ بالا الفاظ پڑھنے کا حکم اسی بنا پر دیا تھا(ابوداؤد)۔

الْأَعْلَى الْأَعْلَى وہ ہے جو ہر ایک عالی سے بلند تر ہے اور اُس کا اسم الاعلیٰ ہے، یعنی اُس کی صفت سب صفات سے بلند تر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام کو بے عیب بیان کرنے کی کئی صورتیں ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی عیب منسوب نہیں کرنا چاہیے۔ جیسے آریہ کہتے ہیں کہ اللہ عالم کا خالق نہیں یا عیسائی کہتے ہیں کہ وہ بلا بدل رحم نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا نام ادب واحترام سے لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے مخلوق کے سے نام اور مخلوق کے اللہ تعالیٰ کے سے نام نہ رکھے جائیں۔ ہنسی مذاق یا گناہ کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے۔ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلَی کی ترکیب سے دو معنی پیدا ہوتے ہیں:

ا۔اپنے رب کے نام کی تسبیح کر، تیرا رب بڑی عظمتوں کا مالک ہے

۲۔اپنے رب کے بلند نام کی تسبیح کر۔

الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّىٰ ﴿٢﴾
وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَىٰ ﴿٣﴾ وَالَّذِي أَخْرَجَ الْمَرْعَىٰ ﴿٤﴾
۲۔ جس نے پیدا کیا اور کامل بنایا۔
۳۔ اور جس نے (ہر چیز کی غرض و غایت کا) تعین کیا
اور اس (کے حصول کیلئے) راہبری کا سامان مہیا کیا،
۴۔ جس نے چارہ اگایا،

۸۷:۲۔ الَّذِي خَلَقَ: خلق، تسویہ، تقدیر اور ہدایت ان چار باتوں کو علی الترتیب علت و معلول کے سلسلے میں بیان فرما کر حصول ترقی کی راہ دکھائی ہے۔ روئے سخن صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف ہے اور مفہوم کے اعتبار سے ترقی کے ہر خواہاں کے لیے اس میں ہدایت ہے اور یہ کہ روحانی ارتقا بتدریج ہوتا ہے۔ اس آیت میں آریہ کا بھی رد ہے جو خلق عالم کا منکر ہے اور سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ بھی پیدا نہیں کیا۔ اگر اللہ تعالیٰ خالق نہیں تو وہ ہدایت کے سامان بھی نہیں کر سکتا۔ اس مضمون کو بلفظ دیگر قرآن مجید میں ہی یوں ادا کیا گیا ہے: الَّذِیْٓ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَہٗ ثُمَّ ھَدٰی (طٰہٰ، ۵۰:۲۰)۔ گویا خلق سے ہی ہدایت وابستہ ہے۔ ایسا ہی انسان کے کمال روحانی کو حاصل کرنے کی راہ بھی اللہ تعالیٰ ہی بتا سکتا ہے۔

فَجَعَلَهُ غُثَاءً أَحْوَىٰ ﴿٥﴾
۵۔ پھر اُسے کہنہ کوڑا کرکٹ بنا دیا۔

۸۷:۵۔ غُثَاءً: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کے مقابلے میں کفار کا جو انجام ہونے والا تھا وہ اس آیت میں دکھایا ہے جو خس کم جہاں پاک کے مصداق ہوگئے۔ روئے سخن ابوجہل، عتبہ، شیبہ اور ربیعہ وغیرہ اور اس وقت کے کفار کی طرف ہے مگر مفہوم کے اعتبار

سے اس کے مصداق ہر صادق راستباز کے معاند ہیں۔ انہیں کا وجود صادقوں کے لیے کھاد بن جاتا ہے۔ اس کے بعد کی آیات میں بتایا ہے کہ انسان کی پیدائش زمینی روئیدگی سے مختلف ہے۔ انسان اعلیٰ مقاصد کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور اسی غرض سے نزول شریعت ہوا ہے۔ انہی مقاصد کے حصول کے لیے پہلی شریعتیں نازل ہوئیں لیکن وہ مختص الوقت اور مختص القوم تھیں اس لیے باقی نہ رہیں جس طرح وقتی بقا اور آسودگی کے لیے چارہ ہوتا ہے۔ لیکن قرآنی شریعت دائمی اور عالمگیر ہے جو کبھی ترک نہیں کی جائے گی۔ لیکن، تخلیق، تسویہ، تقدیر اور ہدایت کے ارتقائی مدارج سے گزرتے ہوئے اب انسان اپنے اس ذہنی اور روحانی ارتقاء تک پہنچ چکا ہے کہ اسے عالمگیر اور ابدی شریعت دی جائے۔ غُثَاءً ہنڈیا کی جھاگ اور وہ کوڑا کرکٹ جسے سیلاب بہا کر لاتا ہے اور یہ ہر اس چیز کے لیے ضرب المثل ہے جسے بے سود اور بے ضرورت ہوجانے کی وجہ سے ضائع ہونے دیا جائے اور اس کی پرواہ نہ کی جائے (مفردات)۔ گندی، گلی سڑی چیز، خشک، خراب وخستہ، مخلوط ہوجانا، رذیل۔ اس کا مادہ غ ث ی ہے (تاج العروس)۔

أَحْوَىٰ: اس کا مادہ ح و ی ہے۔ اس کے معنی ہیں پرانے ہونے کی وجہ سے سیاہ اور لوہے کے زنگ کے رنگ سا پڑ جانا۔ گویا سرخی مائل سیاہ (تاج العروس؛ لسان العرب)۔

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنسَىٰ ﴿٦﴾

٦۔ ہم ضرور تمہیں پڑھائیں گے اور تم ہرگز نہیں بھُولو گے۔

۸۷:٦۔سَنُقْرِئُكَ: ان آیات میں آنحضرت ﷺ کی نبوت کے سلسلے میں بتایا کہ ہم تمہیں پڑھائیں گے اور تم کبھی نہیں بھُولو گے۔ جب کہ پچھلی آیات میں بتایا تھا کہ ہر شئے کو اللہ تعالیٰ نے ایسی فطرتی قویٰ دیئے ہیں جو اس کی تکمیل کے لیے ضروری ہیں اور اسے اس کے مطلوبہ کمال تک پہنچنے کا طریق بتایا ہے، اب فرمایا کہ جس باجود ہستی کو نورِ نبوت دیا جاتا ہے ضرور ہے

کہ اس کے قویٰ میں بھی وہی قوت اور طاقت ہو جو اس بار نبوت کو اٹھانے کے لیے ضروری ہے اور ہر قسم کی مشکلات جو اس راہ میں پیش آسکتی ہیں ان کے برداشت کا اس میں حوصلہ، اہلیت اور استقلال موجود ہو اور جن علوم کی اس سلسلے میں ضرورت ہے وہ اسے حاصل ہوں۔ پس آنحضرت ﷺ کو یہ بشارت دی جاتی ہے کہ تمہارے آنے کی جو غرض ہے اور جو دائمی اور عالمگیر شریعت تمہیں دی گئی ہے اس کے حسب حال تمہیں قویٰ دیئے گئے ہیں اور اس کی تکمیل کی جو راہ ہے وہ تمہیں بتادی جائے گی اور خود اللہ تعالیٰ تمہارا معلم ہوگا۔ اگر یہ سوال ہو کہ یہ علوم جو نبوت کے متعلق ہیں وہ کس طرح محفوظ رہیں گے تو اس کے متعلق ہم پیشگوئی کرتے ہیں کہ فَلَا تَنْسٰٓی، جو ہم تمہیں پڑھائیں گے وہ تم کبھی بھی نہیں بھولو گے اور وہ کبھی ترک یا موٴخر نہیں ہوگا۔ لغت میں نسئی بمعنی ترک یعنی وقت سے موٴخر کر دینے اور چھوڑ دینے کے بھی ہیں اور فراموش اور بھلا دینے کے بھی (مفردات)۔ یہ شریعت دائمی اور عالمگیر ہے جسے نہ کبھی ترک کیا جائے گا اور نہ فراموش کیا جائے گا۔ پہلی شریعتیں چھوڑی بھی گئیں اور ان کا بہت سا حصہ لوگوں کو فراموش بھی ہوگیا۔ چنانچہ اس وعدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو قرآن مجید پڑھایا ور اس کے اسرار و حقائق و معارف و دقائق آپ پر منکشف کیے۔ علوم اولین و آخرین عطا فرمائے اور اس پر بھی رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (طٰہٰ، ۱۱۴ : ۲۰) کی دعا سکھائی۔ اب واقعات پر نظر کرو۔ لمبی لمبی سورتیں آپ پر ایک ایک وقت میں نازل ہوئیں، جیسے الانعام جو بیس رکوع پر مشتمل ہے۔ پھر پورا قرآن تئیس برس کے عرصہ میں مختلف وقتوں میں متفرق ٹکڑے نازل ہوتے رہے لیکن آپ ان کا ایک لفظ بھی نہیں بھولے۔ یہ بھی آپ کا ایک معجزہ ہے اور قرآن مجید آج تک بھی محفوظ چلا آرہا ہے۔

اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ ؕ اِنَّہٗ یَعۡلَمُ الۡجَہۡرَ وَمَا یَخۡفٰی ﴿۷﴾

۷۔ مگر (دوسری باتیں) جن کے متعلق اللہ کی مشیت ہوتی ہے تم (بھول بھی جاتے ہو)۔

وہ (خدائے علیم) تو ظاہر کو بھی جانتا ہے اور اسے بھی جو مخفی ہے۔

۸۷:۷۔ إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰـهُ: یہاں **إِلَّا** استثنائے منقطع ہے یعنی جس طرح دوسرے لوگ بھول جاتے ہیں اس طرح تم بھی دوسری باتیں بھول جاتے ہو مگر اللہ تعالیٰ نے جو قرآن تمہیں پڑھایا وہ کبھی نہیں بھولو گے۔ ضروریات دین اور کلام ربانی جس کا دنیا کو پہنچانا مقصود ہے وہ تو کبھی آپ کو مستقلاً بھول ہی نہیں سکتا اور نہ ایسا ہو سکتا ہے۔ قرآن مجید اس کی تشریح دوسری جگہ کرتا ہے: (وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا (الاسراء،۸۶:۱۷)، اگر ہم چاہتے ہیں تو جو کچھ تمہاری طرف وحی کیا ہے اسے لے جاتے مگر ایسا وقوع میں نہیں آیا، اس لیے إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰـهُ یالَئِنْ شِئْنَا سے یہ مراد نہیں ہو سکتا کہ ایسا وقوع میں بھی آیا۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ (الحج، ۵۲: ۲۲)، یعنی شیطانی القا کو اللہ تعالیٰ مٹا دیتا ہے اور اپنی آیات کو مضبوط کرتا ہے۔ ایک اور جگہ فرمایا: وَيَمْحُ اللّٰـهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ (الشوریٰ، ۲۴: ۴۲)، یعنی محو باطل ہوتا ہے اور حق قائم رہتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰـهُ سے حق مراد نہیں بلکہ جو مراد ہے وہ عام انسانی امور اور باطل اور ارادہ شیطانی ہے اور وہ مخالفت ہے جو آپکی کی جاتی تھی۔ یہ بھی گویا عظیم الشان پیشگوئی ہے۔ اسے واقعات کے ساتھ ملا کر دیکھو کہ کس طرح پر آنحضرت ﷺ کو جو پڑھایا گیا وہ قائم رہا اور دنیا اسے بھول نہیں سکتی۔ قرآن کریم کی وحی آج بھی اس قوت و شوکت کے ساتھ زندہ اور محفوظ ہے۔ پھر اسے مؤکد کرنے کے لیے فرمایا:

إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفَىٰ: یہ اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہے جو ظاہر و مخفی تمام امور کا پورا علیم و خبیر ہے۔ وہ جانتا ہے کہ انسان کی حقیقی ضرورتیں کیا ہیں، اس لیے اس نے محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ یہ ابدی اور دائمی شریعت نازل کی۔ اس جگہ الاّ کو استثناء

متصل مان کر اس سے نسخ فی القرآن کا استدلال کرنا دین سے تمسخر ہے۔ نسخ کی بحث کے لیے دیکھو(۲:۱۰۶)

وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرَىٰ ﴿٨﴾

فَذَكِّرْ إِنْ نَفَعَتِ الذِّكْرَىٰ ﴿٩﴾ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَخْشَىٰ ﴿١٠﴾

وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى ﴿١١﴾ الَّذِي يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرَىٰ ﴿١٢﴾

ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ ﴿١٣﴾ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ ﴿١٤﴾

وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ ﴿١٥﴾ بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ﴿١٦﴾

وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ﴿١٧﴾ إِنَّ هَٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ﴿١٨﴾

صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ ﴿١٩﴾

۸۔ ہم تمہیں آسان راستے کی طرف باسہولت لے جائیں گے۔

۹۔ لٰہذا نصیحت کرتے رہو۔ نصیحت یقیناً نفع دیتی ہے۔

۱۰۔ جو اپنے دل میں (اللہ کی) خشیت رکھتا ہے وہ ضرور نصیحت قبول کرتا ہے۔

۱۱۔ اور نہایت بدبخت اس سے گریز کرتا رہتا ہے۔

۱۲۔ وہ بڑی تیز آگ میں پڑے گا،

۱۳۔ پھر وہ اس میں نہ تو مرے گا اور نہ ہی زندہ رہے گا۔

۱۴۔ وہ اپنی مراد کو پا گیا جو تزکیہء نفس کرتا ہے،

۱۵۔ اور اپنے رب کا نام یاد کرتا اور نماز ادا کرتا ہے۔

۱۶۔ مگر تم لوگ دنیا کی زندگی کو مقدم کرتے ہو۔

۱۷۔ حالانکہ آخرت کہیں بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔

۱۸۔ یہ بات پہلے صحیفوں میں بھی ہے۔
۱۹۔ ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے صحیفوں میں۔

۸۷:۸۔نُیَسِّرُكَ: یَسِّرُ سہل اور آسان کع کہتے ہیں۔ تیسیر خیر میں بھی ہوتی ہے اور شر میں بھی (لسان العرب؛ اللیل، ۱۰: ۹۲)۔ اور یُسّرٰ عمل خیر ہے (ابن جریر طبریؒ)۔ آنحضرت ﷺ کو فرمایا تمہارے ہر ایک کام میں سہولتیں اور آسانیاں پیدا کی جائیں گی۔ آنحضرت ﷺ کی مکی زندگی جس عسر اور تنگی کی زندگی تھی وہ تاریخی اوراق سے عیاں ہے۔ لیکن بعد میں آپ کے لیے جس قدر سہولتیں پیدا ہوئیں وہ تاریخ کا کھلا باب ہے۔ یہ پیشگوئی بھی ہے اور دلیل بھی۔ آپ کی مکی زندگی جس قسم کی عسرۃ کی تھی اسے پیش نظر رکھ کر آپ کے عروج و کمال پر نظر کی جائے تو آیت کا مفہوم خوب سمجھ میں آجاتا ہے۔ علاوہ ازیں آیت میں یہ مفہوم بھی شامل ہے کہ آنحضرت ﷺ جو دین لائے ہیں اس کی تعریف حدیث نبوی میں یوں بیان ہوئی ہے: إِنِّی لَمْ أُبْعَثْ بِالْیهُودِیَّۃِ وَلاَ بِالنَّصْرَانِیَّۃِ وَلَكِنِّی بُعِثْتُ بِالْحَنِیفِیَّۃِ السَّمْحَۃِ (مسند احمد، حدیث ابی امامۃ الباہلی، ۲۲۹۵۱) یعنی افراط و تفریط اور رہبانیت سے منزہ سہل، سیدھا اور آسان دین کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے۔ سفر میں قصر ہے، عذر ہو تو تیمم ہے۔ مسجد نہ ہو تو ہر جگہ مسجد ہی مسجد ہے۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ انبیاء کی بنیادی تعلیم ہمیشہ ایک ہی رہی ہے۔